بسم اللہ الرحمن الرحیم

# نظرات

## آہ حکیم الامت

إِنَّكَ مَيِّتٌ وَّإِنَّهُم مَّيِّتُونَ

یوں تو موت اس عالمِ آب وگل کی ہر اس چیز کے لئے ہی مقدر ہے جو زندگی کا عارضی لباس پہن کر بساطِ ہستی پر نمودار ہوئی ہے لیکن جس طرح زندگی زندگی میں فرق ہوتا ہے۔ اسی طرح ہر ایک کی موت بھی یکساں نہیں ہوتی ہے کبھی ایسی اموات بھی واقع ہوتی ہیں جو صرف اعزہ واقربا ہی کی اموات نہیں ہوتیں بلکہ ان ہزاروں لاکھوں انسانوں کی عمارتِ حیات بھی اس سے متزلزل ہوجاتی ہے جو مرنے والے کے دامانِ عقیدت وارادت سے وابستہ ہوتے ہیں۔ پھر اس کی موت کا ماتم آنکھوں کے چند قطرہائے اشک سے نہیں ہوتا۔ بلکہ ہزاروں دلوں کی پرسکون آبادیاں ایک مستقل غمکدہ آلام واحزانی بن کر رہ جاتی ہیں۔ امیدوں اور ولولوں کے چراغ بجھ جاتے ہیں۔ نشاط وکامرانی کی باتش کدے سرد ہوجاتے ہیں اور ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اس حادثۂ جانکاہ نے کائناتِ عالم کی ہر ہر چیز کو اداس اور غمگین بنا دیا ہے۔ اسی قسم کی ایک موت پر عربی شاعر نے کہا تھا۔

وما كان قيسٌ هلكه هلك واحدٍ ولكنّه بنيانُ قومٍ تهدّما

قیس کا مرنا صرف ایک شخص کا مرنا نہیں ہے بلکہ وہ ایک قوم کی بنیاد تھا جو منہدم ہوگئی

گذشتہ ماہِ جولائی کی تاریخ ۱۹و۲۰ کی درمیانی شب کو تقریباً دس بجے حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی کا جو سانحۂ ارتحال پیش آیا وہ اسی قسم کا سانحہ تھا۔ حضرت مولانا جس طرح شریعت کے عالم متبحر تھے طریقت اور سلوک میں بھی مقامِ رفیع کے مالک تھے۔ ان کی ذات علومِ ظاہری وباطنی کا مخزن تھی علمِ سفینہ سے

وہ علم سینہ ان کا اصل جوہر اور زیور تھا۔ تحریریں علم و فضل کا معدن ہوتی تھیں اور تقریر بھی بلا کی اثر انگیز تھی وہ جس بات کو حق سمجھتے تھے اسے برملا کہتے اور کرتے تھے اور اس میں انھیں کسی لومۃ لائم کی پروا نہیں ہوتی تھی۔ خود ایک درویش گوشہ نشین تھے۔ مگر ان کا آستانہ بڑے بڑے اربابِ ثروت و دولت اور اصحابِ علم و فضل کی عقیدت گاہ تھا جو بات تھی اس میں تھا اخلاص اور دیانت کے ساتھ تھا۔ دنیوی وجاہت و شہرت اور مالی حرص و آز کا شاید دل کے آس پاس بھی نہیں گذر نہ ہوا تھا۔ اپنے اصول اور اپنے عقیدہ و خیال پر اس مضبوطی اور پختگی سے عمل پیرا ہوتے تھے کہ دنیا کی کوئی طاقت ان کو اس سے منحرف نہیں کر سکتی تھی۔ حضرت مرحوم کا آستانہ معرفت و روحانیت کا ایک ایسا چشمۂ صافی تھا کہ ہزاروں تشنہ کام آتے اور سیراب ہو کر جاتے تھے وہ جن کی زندگیاں معصیت کوشی اور عصیاں آلودگی میں بسر ہوئی تھیں یہاں سے پاک و صاف ہو کر اور گوہرِ مقصود سے دامانِ آرزو کو بھر کر واپس لوٹتے تھے۔ ان کی زندگی اتباعِ سنت کا زندہ درس اور ان کی گفتگو اسرار و رموزِ طریقت کا دفتر گرانمایہ تھی۔ بعض مسائل میں علماءِ ہند کی ایک جماعت کو ان سے ہمیشہ اختلاف رہا لیکن تقویٰ و طہارت، تفقہ فی الدین، شرعی علوم میں مہارت و بصیرت، راست گفتاری اور مخلصانہ عمل کوشی، انابت الی اللہ، بےلوث خدمتِ دین، بےغرضانہ تلقینِ رشد و ہدایت حضرت مرحوم کے یہ وہ اوصاف عالیہ اور فضائل حمیدہ تھے جو ہر موافق و مخالف کے نزدیک برابر مسلم رہے ہیں۔ بعض عوارض و اسقام کی بنا پر گوشہ نشین ہونے سے قبل اپنے مواعظ حسنہ اور اپنی کثیر تصانیف کے ذریعہ حضرت مرحوم نے اصلاحِ عقائد و اعمال اور ابطالِ رسوم و بدعات کی جو عظیم الشان خدمت انجام دی ہے وہ غالباً تمام ہم عصروں میں ان کا واحد طغرائے امتیاز ہے۔ قوم نے ان کو "حکیم الامت" کا جو لقب دیا تھا بالکل بجا دیا تھا حقیقت یہ ہے کہ حضرت مرحوم نے اپنی تحریروں اور تقریروں سے ہزاروں انسانوں کے روحانی امراض کا ایسا کامیاب علاج کیا کہ جو خزف ریزے تھے وہ گوہر آبدار بن گئے اور جو صرف پیتل تھے وہ زرِ خالص ہو گئے۔

چھوٹے بڑے رسالے اور مستقل تصانیف جو مولانا کے قلم سے شائع ہوئیں ان سب کی مجموعی تعداد تازہ ترین شمار کے مطابق آٹھ سو سے اوپر بیان کی جاتی ہے جن میں سے کثیر تصنیفات ملک میں اتنی مقبول ہوئیں کہ اب تک ان کے درجنوں ایڈیشن طبع ہو چکے ہیں۔ کہا جاتا ہے اور غالباً اس میں مبالغہ نہیں ہے کہ مولانا کی تصنیفات جو اب تک طبع ہو چکی ہیں ان کی

مجموعی قیمت چالیس لاکھ روپیہ سے کم نہیں ہے۔ مولانا کی سیرچشمی اور فیاضی۔ خلوص اور للہیت کی دلیل اس سے بڑھکر اور کیا ہوسکتی ہے کہ تصنیفات کی اس غیر معمولی مقبولیت کے باوصف آپ نے کبھی کسی کتاب کا حق اشاعت وطبع اپنے لئے محفوظ نہیں رکھا۔ ہر شخص کو ان کے چھاپنے اور طبع کرانے کا اذن عام تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ اس مادی دنیا میں مولانا کا صرف یہ ایک عمل ہی ایسا ہے جو آج کل کے بڑے بڑے نامور علماء کے لئے سرمایہ عبرت اور درس موعظت ہوسکتا ہے پھر یہ تصانیف کسی خاص طبقہ کے لئے مخصوص نہیں۔ علماء اور فضلاء۔ ارباب شریعت اور اصحاب طریقت، مرد اور عورتیں اعلی تعلیم یافتہ اور معمولی اردو خواں ہر ایک ان سے استفادہ کرسکتا اور اپنے لئے اصلاح ظاہر وباطن کا سامان بنا سکتا ہے۔ مولانا کی تحریروں میں اسرار ونکات کے علاوہ ایسا عجیب وغریب منطقی اور عقلی استدلال ہوتا ہے کہ بڑے سے بڑا حریف بھی تصدیق وتائید سے کوئی مفر نہیں دیکھتا۔ جس بات کو بیان کرتے ہیں نہایت وثوق اور یقین کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔ حضرت مرحوم کی تحریریں اور ان کی گفتگو میں غیر معمولی ذکاوت وفطانت کی آئینہ دار ہوتی تھیں بات سے بات پیدا کرنا اور ہر معاملہ کی اصل حقیقت کو پہچاننا اون کی ذہانت کا خاص جوہر تھا۔

خواص کے لئے تفسیر بیان القرآن اور شرح مثنوی مولانا روم اور عورتوں کے لئے بہشتی زیور آپ کی ایسی گراں بہا اور کثیر الشیوع تصنیفات ہیں کہ جو اپنی مخصوص نوعیت کے اعتبار سے اردو کے مذہبی لٹریچر میں اپنا جواب نہیں رکھتی اور موخر الذکر کتاب تو اس قدر مقبول ہوئی ہے کہ ہندوستان کا شاید ہی کوئی اردو خواندہ ہوگا جس نے کم از کم اس کا نام نہ سنا ہو۔

مولانا کی ولادت باسعادت ۵ ربیع الثانی ۱۲۸۰ھ کو ہوئی تھی اس حساب سے آپ کی عمر تقریباً ۸۲ سال ہوتی ہے آپ کی مفصل سوانح عمری اشرف السوانح کے نام سے دو ضخیم جلدوں میں آپ کی حیات میں ہی شائع ہوگئی تھی۔ جس کی تصنیف کا شرف اردو زبان کے مشہور شاعر اور فاضل خواجہ عزیز الحسن صاحب مجذوب اور مولوی عبدالحق صاحب کو حاصل ہے۔ اب اگرچہ حضرت مولانا کی وفات ہوچکی ہے لیکن وہ اپنی تصنیفات اور اپنے علمی کارناموں کے باعث آج بھی زندہ ہیں خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو آپ کے بعد ان زندہ جاوید یادگاروں سے روشنی حاصل کریں اور ان کی رہنمائی میں اسلام کے صراط مستقیم پر چلیں۔ حق تعالیٰ اعلیٰ علیین میں مولانا کے مدارج ومراتب بیش از بیش بڑھائے کہ وہ عمر بھر لوگوں کو اسی کی راہ کی طرف بلاتے رہے ۴۴